Lesson 4: Al-Kahf (Ayaat 32-59): Day 15 سُوۡرَةُ الکھف کی تفسیر

آیات پر جانے سے پہلے سبق کا خلاصہ۔

آج کا سبق دیکھنے میں لمبا ہے لیکن اس سارے سبق سے ایک ہی بنیادی چیز نکلتی ہے, جس کا سورۃ کے بنیادی تھیم سے بہت گہرا تعلق ہے۔ تھیم یہ تھا کہ دنیا کی محبت دجل بن کر انسان کو دھوکا دیتی ہے۔ پیچھے ہم نے مومن اور مسکین کا فرق دیکھا اور جنت اور جہنم کی صورت میں دو مختلف انجام دیکھے۔

آج کے سبق کی ابتدا میں ایک واقعہ ہے۔ دو دوست تھے اور دونوں کے باغ تھے۔یعنی دوست بھی دو تھے اور باغ بھی دو تھے۔ ہماری نظر میں ایک باغ ایک دوست کا تھا اور دوسرا باغ دوسرے دوست کا تھا۔ لیکن اللہ کی بانٹ مختلف ہے، جس کا ذکر واقعہ کے شروع میں ہو گا۔ لیکن اُس واقعے سے اللہ سبحانہ وتعالی نے ہمیں دنیا میں رہنے کا طریقہ سکھا دیا۔ کہ جس کو زیادہ ملا ہے وہ فخر نہ کرے اور جس کو کم ملا ہے وہ غم نہ کرے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ جس کو زیادہ ملا ہے وہ نعمتوں کے امتحان میں ہے اس لیے وہ شکر کرے۔اور جس کو کم ملا ہے اس کے صبر کا امتحان ہے۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ اس واقعے میں اس حدیث کی عملی تفسیر ملتی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کا معاملہ عجیب ہے خوشی ملے تو شکر کرتا ہے اور کم ملے تو صبر کرتا ہے۔اس واقعہ میں ہم دیکھیں گے کہ بعض دفعہ جب انسان کو بغیر محنت کے دولت مل جاتی ہے تو وہ چھچھوری حرکتوں پر آجاتا ہے۔

اس سبق کی اگلی چیز کہ "ماشاءاللہ" کہنے کی کتنی برکتیں ہیں۔

اس سے کی اگلی چیز زندگی ایک ڈھلتا سایہ ہے۔

ان آیات میں اگلی چیز کہ وہ زندگی جس کے ملنے پر ہم خوش اور نہ ملنے پر غمزدہ ہوتے ہیں وہ انسان کے لئے بعض دفعہ خس وخاشاک سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی بلکہ چلی جاتی ہے تو انسان زیادہ خوشی محسوس کرتا ہے۔

ایک اور اہم موضوع مال اور بیٹے، باقیات الصالحات کیسے بنے۔ یعنی آج کے سبق کا بنیادی موضوع باقیات صالحات ہے۔ اگلی بات کہ اس دنیا کے ختم ہوتے ہی ہم کس صورت میں آگے جائیں گے۔

اس کے بعد اعمال نامے۔ سورۃ بنی اسرائیل سے لیکر اب تک چوتھی دفعہ اعمال نامے کا ذکر ہے۔ قرآن پاک جیسے جیسے آگے بڑھتا جائے گا اعمال نامے کا زیادہ ذکر آتا جائے گا۔

اس کے بعد آدم اور ابلیس کا قصہ جو ہم پہلے تین بار پڑھ چکے ہیں۔ یہاں اس کا ہلکا سا اشارہ دے کر ہمیں بتا دیا گیا کہ ابلیس کا مسئلہ کیا تھا اور اس نے تکبر کر کے کتنا نقصان اٹھایا۔ جو کفر اس نے کیا وہی کفر آج اسکے وہ بچے کرتے ہیں جو دنیا کی دولت پا کر ناشکری کے رویے اختیار کر رہے ہوتے ہیں۔

آج کے سبق میں اگلی بات، قرآن پاک کا ایک ہی موضوع کو بار بار مختلف طریقے سے پیش کرنا۔

اگلی چیز ہدایت سے روکنے والے عوامل۔ وہ کون سی چیز ہے کہ ہدایت کے سامنے ہونے کے باوجود انسان کو ہدایت لینے سے روک دی ہے۔

آخر میں چند باتیں رسولوں کو بھیجے جانے کے ناطے سے ہیں۔ آیئے اس دعا کے ساتھ شروع کرتے ہیں کہ اللہ تعالی ہمیں اس سب کا حق ادا کرنے کی توفیق دے اور ہم اس میں سے اپنے لئے عمل کی غذا بھی

لیں۔ آیت 32 سے 42 تک تقریباً بارہ آیات میں ایک ہی قصہ ہے۔ ہم اس کو اکٹھا پڑھ کر پھر آخر میں عمل کی بات لینگے۔

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَحَفَفْنَاهُمَا بِنَخْلٍ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿٣٢﴾

اے محمدؐ! اِن کے سامنے ایک مثال پیش کرو دو شخص تھے ان میں سے ایک کو ہم نے انگور کے دو باغ دیے اور اُن کے گرد کھجور کے درختوں کی باڑھ لگائی اور ان کے درمیان کاشت کی زمین رکھی ۔

یہ مثال ان کے لئے بیان کرنے کو کہا جارہا ہے جو اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تھے اور قیامت تک جو لوگ اس قرآن کو پڑھیں گے ان کے لیے۔ رَّجُلَيْنِ سے مراد دو شخص۔ وَاضْرِبْ ، پیچھے بات ہو چکی اس کے معنی ہیں مارنا، یہ کسی کو مارنے کے معنوں میں بھی آتا ہے، سفر کے معنوں میں بھی آتا ہے کیونکہ سفر میں بھی پاؤں زمین پر مارے جاتے ہیں، تفسیر بیان کرنے کے معنوں میں بھی آتا ہے، کیونکہ جب کوئی بیان کرتا ہے تو وہ بات ہمارے کانوں میں ٹکراتی ہے۔ یہاں اس کا تیسرا معنی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالی کی یہ بڑی پیاری سنت ہے کہ واقعات کو بیان کرکے ہمیں نصیحت دلاتا ہے۔ اس لئے بیان کی ہوئی بات کو غور سے سننا چاہیے تاکہ اس میں سے عمل کی بات لی جاسکے۔

جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ ان میں سے ایک کو ہم نے دیئے تھے دو باغ انگوروں کے،
وَحَفَفْنَاهُمَا بِنَخْلٍ اور ان دونوں کو گھیر دیا تھا ہم نے کھجوروں کے درختوں کے ساتھ۔ تصور میں باغ لائیے۔ عربوں کی عادت تھی کہ جب بھی کھجوروں کے درخت لگاتے تو ایک لائن میں لگاتے۔ ایک

باڑ کی صورت میں ایک لائن میں تمام درخت لگا دیتے۔ جب چاروں طرف کھجوروں کے درخت لگاتے تو درمیان کی جگہ خالی رہ جاتی، عرب لوگ وہاں انگوروں کے درخت لگا دیتے۔ کسی جگہ کی خوبصورتی یہی ہے کہ وہاں کھجوریں بھی ہوں اور انگور بھی ہوں۔ مدینہ میں یا عربوں میں کسی کے پاس انگوروں کی بیلیں ہونا امیری کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ وہاں صحرا تھا، پانی کی کمی تھی تو کسی کے پاس اس باغ کا ہونا اس بات کی علامت تھی کہ وہ بہت صاحب حیثیت انسان ہے اور بہت خوبصورت باغ ہے۔ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا پھر ہم نے ان دونوں باغوں کے درمیان کھیتی کا انتظام بھی کر رکھا تھا۔ تصور میں رکھتے جائیں کہ دو باغ تھے اور ان دونوں کے درمیان میں پانی کا انتظام بھی تھا۔ یعنی بنیادی طور پر وہ انگوروں کے باغ تھے ان کے چاروں طرف کھجوروں کے درخت تھے جو انگوروں کی نازک بیلوں کی حفاظت بھی کرتے تھے اور درمیان میں کاشتکاری کا انتظام بھی تھا جس سے غلہ ملتا تھا ۔ اور بیچ میں پانی دینے کے لئے نالیاں کھودی ہوئی تھیں۔ یعنی ایک آئیڈیل باغ تھا۔

اللہ تعالی اس سے ہمیں تقدیر کی بات سکھا رہا ہے کہ دنیا میں کسی کو دوگنا مل جائے یا کسی کو کم ملے یہ انصاف کی بات ہے۔ یہ اللہ کی دین ہے۔ جسے دو دیئے اس سے یہ مطلوب تھا کہ ایک تم اپنی ضرورت کے لئے رکھو اور دوسرے سے تم دوسروں کی مدد کرو۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے اس سب کے رزق کا انتظام کیا ہے تو غیر مسلم اس بات کا مذاق اڑاتے ہیں۔ پوچھتے ہیں کہ اگر اللہ رزاق ہے تو پھر دنیا میں اتنے لوگ بھوکے کیوں مرتے ہیں۔ اگر اللہ تعالی نے سب کا رزق رکھا ہوا ہے تو پھر یہ فرق کیوں آتا ہے۔ اس آیت کی روشنی میں جواب لے لیجیے کہ اللہ تعالی نے جب دنیا بنائی تو سب کے حصے برابر کر دیئے۔ لیکن بانٹ ہمیں دے دی۔

اس کو مثال سے اس طرح سمجھئے کی ایک کلاس میں 10 لوگ بیٹھے ہیں اور دس کتابیں ان کو دینے کے لئے منگوائی گئیں۔ بجائے اس کے کہ آپ ایک ایک کے پاس جاکر ایک ایک کتاب دیں آپ پہلی لائن میں بیٹھے ہوئے ایک بندے کو پانچ کتابیں پکڑا دیں اور کہیں کہ اپنے ساتھ والوں کو دیتے جائیں اور اسی طرح باقی پانچ کتابیں دوسرے آدمی کو دے دیں کہ آپ اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے لوگوں کو پاس کرتے جائیں، یہ اللہ کی بانٹ ہے۔ اللہ نے سب کے لیے سب کچھ پیدا کیا ہوا ہے۔ اللہ کسی کو بھوکا نہیں رکھتا۔ لیکن اللہ نے اس طرح کیا کہ کسی کو دو لوگوں کا دیا کسی کو 10 کا۔ اسلام نے دولت کی بانٹ کا یہی طریقہ رکھا۔ زکوۃ، عشر، صدقہ اسی لئے رکھا گیا کہ اللہ تعالی یہ کام انسان سے کروا رہا ہے۔ یہاں سے اپنا محاسبہ کریں کہ کیا میرے پاس صرف میرے لئے کافی ہے یا میری ضرورت سے زیادہ ہے یا میری ضرورت سے کم ہے۔ جن کے پاس ضرورت سے زیادہ ہے اگر وہ دوسرے ضرورت مند لوگوں کو دینا شروع کر دیں تو دنیا میں کوئی بھی بھوکا اور غریب نہیں رہے گا۔ ایک آئیڈیل سوسائٹی بنیں گی۔ انسان کے نفس کے اندر اکڑ اور بخل ہے۔ انسان چھوٹے دل کا مالک ہے۔ دوسروں کو دینے کی بجائے اس کا دل کرتا ہے کہ دوسروں کا بھی اس کو مل جائے۔ ہم اس طرح کے واقعات دیکھ بھی چکے ہیں اور اللہ کے نبیؐ کی حدیث بھی ہے اگر ابن آدم کو سونے سے بھری ہوئی ایک وادی بھی دی جائے تو وہ اس کے ساتھ دوسری کی بھی خواہش کرے گا۔ یہ کبھی نہیں کہے گا کہ جس کے پاس کچھ نہیں ہے میں اسے کچھ دے دوں۔ یہاں مالدار شخص سے مراد کافر ہے، اور جو دوسرا شخص ہے وہ غریب ہے۔

اصل میں یہ قریش مکہ کو دکھایا جا رہا ہے۔

ہم نے پیچھے پڑھا تھا کہ انہوں نے اللہ کے نبیؐ سے ایک مطالبہ کیا تھا کہ اگر یہ غریب لوگ آپ کے پاس ہوں گے تو ہم یہاں نہیں بیٹھیں گے۔ تو آپؐ کو حکم دیا کہ وَاصۡبِرۡ نَفۡسَكَ مَعَ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ آپ ان کے پاس بیٹھیں جو اللہ کو پکارتے ہیں۔ قریشِ مکہ کو بتایا گیا کہ وہ مالدار بھی ہیں، سردار بھی ہیں، صاحب حیثیت بھی ہیں، اور دوسری طرف توحید پرست ہیں، مومن بھی ہیں، اللہ پر بھروسہ کرنے والے ہیں، حضرت بلال اور عمار جیسے غریب لوگ ہیں۔ ان قریش مکہ کو یہ واقعہ سنادو کہ اگر آج تمہارے پاس مال ہے تو اس پر فخر نہ کرو، یہ ایک آزمائش ہے۔

كِلۡتَا الۡجَـنَّتَيۡنِ اٰتَتۡ اُكُلَهَا وَلَمۡ تَظۡلِمۡ مِّنۡهُ شَيۡـًٔـا ‌ۙ وَّفَجَّرۡنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ۙ ﴿۳۳﴾

دونوں باغ خوب پھلے پھولے اور بار آور ہونے میں انہوں نے ذرا سی کسر بھی نہ چھوڑی اُن باغوں کے اندر ہم نے ایک نہر جاری کر دی

كِلۡتَا الۡجَـنَّتَيۡنِ، دونوں باغوں میں خوب پھل آتا تھا۔ اُكُلَهَا میوے کو کہتے ہیں۔ یہ پھل کیلئے بھی استعمال ہو سکتا ہے اور کسی محنت کے پھل کے لئے بھی استعمال ہو سکتا ہے۔ عربی میں پھل کے لئے بہت سارے الفاظ استعمال ہوئے۔ لفظ ثمر اس سبق میں کئی بار آیا ہے اس کا مطلب کھایا جانے والا پھل ہے وَلَمۡ تَظۡلِمۡ مِّنۡهُ شَيۡـًٔـا ‌ۙ وہ اس میں سے کچھ بھی کم نہیں کرتے تھے۔ مطلب یہ کہ یہ باغ سال میں دو دفعہ پھل دیتے تھے۔ گرمیوں سردیوں کا پھل تھا، کھجوریں تھیں اور اس کے بعد انگور بھی آجاتے تھے اور موسم کے مطابق خوب پھلتے پھولتے تھے۔ اور اس باغ کا مالک کئی سال سے اس پیداوار سے فائدہ اٹھا رہا تھا۔ تو اس نے سوچ لیا کہ یہ ہمیشہ رہے گا۔ وہ یہ بھول گیا کہ یہ سب کچھ اللہ کے حکم سے

آرہاہے اور جب اللہ کا حکم ہو گا وہ یہ سب کچھ اٹھالے گا۔ وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا اور ہم نے جاری کر دی ان کے درمیان ایک نہر بھی۔

وَكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ﴿٣٤﴾

اور اُسے خوب نفع حاصل ہوا یہ کچھ پا کر ایک دن وہ اپنے ہمسائے سے بات کرتے ہوئے بولا "میں تجھ سے زیادہ مالدار ہوں اور تجھ سے زیادہ طاقتور نفری رکھتا ہوں"۔

اور اُس کے لیے پھل بھی تھا۔ اس کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ ان دونوں کا ابھی جو پیچھے مکالمہ ہو رہا تھا تو اس وقت وہ دونوں جہاں کھڑے تھے وہ یہ باغ تھا، یعنی وَكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ کا پہلا معنی یہ ہے کہ جب یہ دونوں بات چیت کر رہے تھے تو اس وقت درختوں پر پھل بھی تھا اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ اس شخص کو اللہ نے اولاد بھی دے رکھی تھی کیونکہ لفظ ثمر اولاد کے لیے بھی آتا ہے۔ انسان کے لئے اس کی اولاد کی وہی حیثیت ہے جو ایک درخت کے لئے اس کے پھل کی ہوتی ہے۔ لفظ ثَمَرٌ، ثَمَرَةٌ کی جمع اور اس سے اثمار۔ جمع در جمع۔ ایک چھوٹا سا اصول سمجھ لیں کہ عربوں میں جمع در جمع بھی ہوتی ہے۔ بعض دفعہ ہم ایک لفظ کی جمع سمجھ رہے ہوتے ہیں لیکن وہ دوسرے کی جمع ہوتی ہے۔ یہاں مراد ہے خوب پھل دینے والا باغ۔ اور اگر اولاد معنی لیں تو وہ بھی ٹھیک ہے۔ اور جہاں اللہ تعالی مال دیتا ہے وہاں اولاد بھی دیتا ہے۔ اللہ خوشحالی کے ساتھ ہی ہر نعمت دے دیتا ہے۔ بچے بھی کامیاب ہو جاتے ہیں گھر بھی خوبصورت مل جاتا ہے اور جہاں کمی ہوتی ہے تو ایک پریشانی کے ساتھ دوسری آتی ہے۔

اللہ تعالی کی آزمائش بھی ہوتی ہے، جیسے صحت ہوتی ہے تو چہرے کی خوبصورتی بھی آجاتی ہے

اور اگر صحت نہ ہو تو چہرہ بالکل مرجھایا ہوا کمزور لگتا ہے تو گویا کہ اللہ تعالی نے اس کو مال کے ساتھ اولاد بھی دی تھی کیا ہوا جب وہ اپنے دوست کے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔

وَكَانَ لَهُ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهِ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَنَا أَكْثَرُ مِنكَ مَالًا وَأَعَزُّ نَفَرًا ﴿٣٤﴾

اور (اس طرح) اس (شخص) کو (ان کی) پیداوار (ملتی رہتی) تھی تو (ایک دن) جب کہ وہ اپنے دوست سے باتیں کر رہا تھا کہنے لگا کہ میں تم سے مال و دولت میں بھی زیادہ ہوں اور جتھے (اور جماعت) کے لحاظ سے بھی زیادہ عزت والا ہوں۔

لفظ يُحَاوِرُهُ اور حا، و، ر، سے ہے۔ ہم اردو میں لفظ محاورہ بولتے ہیں، محاورہ یعنی ایک دوسرے سے بات چیت کرنا اور اردو میں اس کے لئے سب سے بہترین لفظ، تبادلہ خیال کرنا، کسی پر مال کی وجہ سے فوقیت جتلانا۔ سب سے زیادہ بُرا اُس وقت ہوتا ہے جب کسی کو احساسِ کمتری دلایا جائے۔ یہاں پر اس شخص کا جو محاورہ تھا وہ بڑائی کا انداز تھا۔ خود بڑا بننے والا انداز تھا۔ یہاں سے دو باغ والے شخص کا مکالمہ شروع ہوتا ہے۔ سُننے میں کتنا سُلجھا ہوا شخص لگ رہا تھا لیکن جب وہ بولا تو کتنی گھٹیا اور پنچ بات کی أَنَا أَكْثَرُ مِنكَ مَالًا وَأَعَزُّ نَفَرًا میں تم سے مال و دولت میں بھی زیادہ ہوں اور جتھے (اور جماعت) کے لحاظ سے بھی زیادہ عزت والا ہوں۔ کہ میرے پاس مال بھی زیادہ ہے اور لوگ بھی زیادہ ہیں اور جہاں مال زیادہ ہوتا ہے وہاں لوگ بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ جب آپ کھاتے پیتے ہوتے ہیں تو لوگ دور دور سے آتے ہیں۔ آپ کے ساتھ نسبت بھی جوڑتے ہیں تا کہ آپ ان کی کسی مشکل میں کام آسکیں۔ اور مال جاتا ہے تو حقیقت کی بات یہ ہے کہ ایسے سب دوست بھی چلے جاتے ہیں۔

اپنی زندگی کا اصول بنائیں کہ سب سے پہلے محروم اور ڈپریس قسم کے لوگوں سے ملا کریں۔ ہماری بڑے لوگوں کی دعوتوں کی وجہ سے بہت سارے غریب لوگ ہمیں ملنے سے محروم رہ جاتے ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ کسی کو مال دیتا ہے تو منع نہیں کرتا کہ آپ اس مال سے فائدہ اٹھایئے لیکن جب ہم اس سے دوسروں کا دل جلاتے ہیں تو یہ بہت تکلیف دہ بات ہے۔ ایک تو وہ ہے جو بڑے لوگوں میں خود بڑا بنتا ہے، یہ بھی بُرا ہے لیکن یہ تو بہت ہی بُرا ہے کہ آپ ان لوگوں کو مال کا دکھاوا کریں جن کے پاس مال نہیں ہے، جن کے پاس خوبصورتی نہیں ہے وہاں جا کے خوبصورتی کا دکھاوا کریں، بعض دفعہ لوگ اپنے بچوں کا دکھاوا کرتے ہیں کہ میرے بچے یہ پڑھتے ہیں، فلاں یونیورسٹی میں پڑھتے ہیں۔ ہو سکتا ہے اب ان بچاروں کے بچے نہ ہوں، اگر ہوں تو یونیورسٹیوں میں نہ پڑھتے ہوں۔ یہ بڑی گھٹیا سوچ ہوتی ہے کہ جب لوگ اپنے مال کو اس طرح لوگوں کے سامنے برینڈڈ کر کے رکھیں کہ لوگ متاثر ہوں۔ اکثر بڑے لوگ جب کوئی چیز متعارف کرواتے ہیں تو چیز بعد میں بتاتے ہیں پہلے اس سینٹر کا نام بتائیں گے ،یعنی متاثر کرنے کے لیے پہلے چیزوں کے برینڈ کے نام لیتے ہیں، پھر دکھاتے ہیں۔ تو بعض دفعہ اگلے کو برینڈ کے مطلب کا ہی پتہ نہیں ہوتا۔

خوبصورتی ہو یا کوئی بھی نعمت ہو اس کو چھپا کے رکھیں اور اپنے دل میں شکر گزاری پیدا کریں۔ اللہ تعالیٰ تو نے مجھے نرم کپڑا دیا، نرم بستر دیا۔ جب کوئی گھر میں غریب آئے تو ایسی چیزیں اُٹھا دیں جن کو دیکھ کر اُس کے دل میں اپنی کمی کا احساس پیدا ہو۔ کیوں کہ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ہم اسے بھی کوئی چیزیں اٹھا کے دے دیں جس طرح یہ شخص نہیں کر رہا کہ دو باغوں میں سے ایک باغ اپنے بھائی کو دے دے۔

دوسرے کا دل جلا کے آپ بڑے بنیں تو بد ترین بات ہے۔ یہ تو ایسے ہے کہ آپ نے اپنا قد لمبا کرنے کے لئے کسی کی لاش کو نیچے رکھا اور اس پہ کھڑے ہو گئے۔ اور یہ کسی کی محبت لینے کا ایک چھوٹا سا گُر بھی ہے۔ اگر آپ بڑے لوگوں کے سامنے دکھاوا کریں گے تو وہ آپ کا تقابل کریں گے، آپ سے محبت نہیں کریں گے۔ اور کسی غریب کے گھر جائیں تو اُن جیسے ہو جائیں۔ عموماً نوٹ کر کے دیکھیں ہمارا دکھاوا رشتے داروں میں شادی بیاہ کے موقع پر ہوتا ہے۔ تو مومن ان چیزوں سے اپنے آپ کو بالکل خالی سمجھتا ہے۔ کسی پر مال کی وجہ سے فوقیت دینا اور احساس کمتری کا احساس دلانا، یہ بہت تکلیف کی بات ہے۔ لیکن یہاں اس شخص کی ایک خوبی کی بات ہے کہ اتنا مال آنے کے باوجود غریب دوست سے تعلق نہیں توڑا۔ بہت سارے لوگ تو دولت کے آتے ہی غریب سے دور ہو جاتے ہیں۔ غریب رشتے داروں سے تو تعلق ہی ٹوٹ جاتا ہے اور بعض دفعہ غریب لوگوں سے تعلق بھی ان کو مرعوب کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ یہ ساری مال کی خرابیاں ہے، جو دنیا کا دجل ہے۔ اس نے تو اپنے آپ کو بڑا کر لیا۔